Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 05, **Issue** 02, April - June 2026, **PP**: 185-198
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

قانونِ قصاص: تفسیر عثمانی اور تفسیر ماجدی کی روشنی میں اسلامی اور سابقہ الہامی شرائع کا تقابلی مطالعہ

The Law of Qiṣāṣ (Retribution): A Comparative Study of Islamic and Previous Divine Laws in the Light of Tafsīr ʿUthmānī and Tafsīr Mājidī

Author	Affiliation
1. Dr. Fariha Anjum *(Corresponding Author)* fariha.anjum@lcwu.edu.pk	*Lecturer,* *Department of Islamic Studies,* *Lahore College for Women University, Lahore.*
2. Dr. Asma Shahid	*Lecturer,* *Government Associate College, Shujaabad, Multan.*

How to Cite:	Dr. Fariha Anjum and Dr. Asma Shahid. 2026: "The Law of Qiṣāṣ (Retribution): A Comparative Study of Islamic and Previous Divine Laws in the Light of Tafsīr ʿUthmānī and Tafsīr Mājidī". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 5 (02): 185-198.
Article History:	**Received**: 20-05-2026 / **Accepted**: 26-06-2026 / **Published**: 30-06-2026

Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

DRJI, Advanced Science Index, CiteFactor, Asian Research Index, SCI, Google Scholar, اردو جرائد, تحقیقات, ADL Asian Digital Library, EuroPub

Publisher

HIRA INSTITUTE of Social Sciences Research & Development

قانونِ قصاص: تفسیر عثمانی اور تفسیر ماجدی کی روشنی میں اسلامی اور سابقہ الہامی شرائع کا تقابلی مطالعہ

The Law of Qiṣāṣ (Retribution): A Comparative Study of Islamic and Previous Divine Laws in the Light of Tafsīr ʿUthmānī and Tafsīr Mājidī

1. **Dr. Fariha Anjum,** *(Corresponding Author)*
   Lecturer, Department of Islamic Studies, Lahore College for Women University, Lahore.
   fariha.anjum@lcwu.edu.pk

2. **Dr. Asma Shahid**
   Lecturer, Government Associate College, Shujaabad, Multan.

Abstract

Qur'anic concept of Qiṣāṣ presents a balanced system of justice aimed at protecting human life and maintaining peace in society. It provides clear principles for dealing with intentional and accidental killing while also recognizing the importance of Diyah (blood money) and forgiveness. The law of Qiṣāṣ places equal value to human life and prevents discrimination based on social status, lineage, or power. The study interprets Allāma Mājidī and Allāma Shabbir Ahmad ʿUthmānī's interpretations that Qiṣāṣ not only as a form of punishment but also as a means of preventing crime and controlling violence. The study elaborates their views highlighting the rights of the victim and the heirs while allowing them the choice of retaliation, compensation, or forgiveness. The Qur'ānic guidance also seeks to replace the excessive revenge practices of the pre-Islamic era with a regulated system of justice. At the same time, forgiveness is presented as a higher moral choice that can promote reconciliation and social harmony. Qiṣāṣ, therefore combines justice with mercy and establishes a framework that protects life, restrains violence, and strengthens social order.

Keywords: *Qiṣāṣ, Tafsīr ʿUthmānī, Tafsīr Mājidī, Justice, Social Order.*

تمہید

اسلام نے انسانی جان کو محترم قرار دیا ہے۔ اسی لیے انبیاء کرام کو اس دنیا میں بھیجے جانے کا ایک عظیم ترین مقصد یہ بھی ہے کہ لوگوں کے درمیان جو مظالم ہوتے ہیں ان کو روکا جائے اور ان کا تدارک کرنے کی تدابیر عمل میں لائی جائیں۔ مظالم سے نظام تمدن میں ابتری واقع ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی انسانی جان کو معزز بنایا ہے۔ شریعت اسلامیہ کے احکام کا مبنی بر مصلحت ہونا ایک قطعی حقیقت ہے۔ شریعت اسلامی مطلقاً مصالح مخلوق کے لیے وضع کی گئی ہے۔ امام غزالی انہی مصالح کے حوالے سے واضح کرتے ہیں کہ شارع کو مخلوق کے پانچ امور کی حفاظت مقصود ہے۔ دین، نفس، نسل، عقل اور مال۔ لہٰذا مصلحت ان پانچ امور کی حفاظت و تقویت سے عبارت ہے۔ تمام شرائع و ملل کا اجتماعی نصب العین یہی رہا ہے۔ اسلامی شریعت بھی باقی تمام ملل کی طرح انسان کے مصالح خمسہ کی حفاظت کی علمبردار ہے۔[1] شریعت اسلامی کا عمومی مقصد عمارت ارض، حفظ نظام معاشرت ہے۔ یہ مقصد نوع انسانی کی بقا سے پورا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ایک معین مدت تک نظام عالم کی بقا مقصود ہے جو کہ نوع انسانی کی بقا پر منحصر ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اسے خلافت الٰہیہ عطا کی جس کا اولین تقاضا یہ ہے کہ انسان کی جان تمام موجودات عالم سے زیادہ عظمت و اہمیت اور شرف و حرمت کی حامل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ۔[2]

اور یقیناً ہم نے بنی آدم کو عزت دی۔

مزید رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ مُؤْمِنٍ بِغَيْرِ حَقٍّ۔[3]

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساری دنیا کا تباہ و برباد ہو جانا ایک مسلمان کی جان ناحق ضائع ہونے سے فروتر ہے۔

اسی طرح ارشاد فرمایا:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده۔[4]

اصل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

دین اسلام کے بنیادی مقرر کردہ حقوق و قوانین میں سب سے پہلا حق ہی یہ ہے کہ کسی دوسرے مسلمان کی جان کی حفاظت۔ رسول ﷺ نے اپنی پوری زندگی اس قانون کی پابندی میں گزار دی اور ایک عملی نمونہ بنے۔ زمانۂ جاہلیت کی جاری رسوم و قوانین کو ختم کیا جو ظلم پر مبنی تھے اور جس میں انسان کی جان محترم نہ تھی۔ اسی لیے شریعت اسلامیہ نے انسان کے انسان پر عائد کردہ حقوق میں سب سے پہلا حق جان کی حفاظت رکھ دیا اور انسانی جان کو محترم قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی ایک جان کو بچانا پوری انسانیت کو بچانے کے مترادف قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا۔[5]

جس نے کسی جان کے بدلے یا فساد فی الارض کے بدلے کے بغیر کسی شخص کو قتل کیا گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان مظالم سے منع فرمایا جس کے نتیجے میں انسانی جان کو خطرہ ہو۔ ڈاکٹر احمد فتحی لکھتے ہیں:

اسلام میں حفاظت دین کی خاطر انسانی جان کو قربان کر دینے کے تمام احکام جیسے جہاد اور مرتد کی سزا قتل وغیرہ دراصل معاشرہ کی عمومی اور کلی مصلحت کی ایک فرد یا چند افراد کے خصوصی مصالح پر تقدیم و ترجیح سے عبارت ہیں ورنہ یہ حقیقت اپنی جگہ واضح، اٹل اور مسلم ہے کہ عمرانی اعتبار سے شریعت اسلامیہ کے تمام مقاصد اور مصالح کا محوری نقطہ نفس انسانی کی بقاء و حفاظت ہے اور تکالیف شرعیہ کے دائرے میں اس بنیادی مصلحت کی حفاظت دیگر تمام مصالح پر مقدم اور فائق ہے۔[6]

اللہ تعالیٰ نے زمانۂ جاہلیت میں رائج قتل کی صورتوں کی کلیتاً ممانعت فرما دی اور سختی سے حکم دیا کہ شریعت اسلامیہ کے پیروکار اس فعل بد سے باز رہیں۔

مبحث اوّل: قصاص و دیت

جہاں اللہ تعالیٰ نے کسی کی جان کو محترم بنایا اور اسے قتل کرنے یا ظلم کرنے سے منع فرمایا، وہیں اگر ان مظالم کا کوئی شخص ارتکاب کرے تو اس کے لیے سخت سے سخت سزائیں تجویز فرمائیں تاکہ وہ آئندہ اس سے باز رہے۔ مظالم میں سب سے بڑا جرم کسی کو بے گناہ قتل کرنا ہے۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

سب ادیان و ملل کا اس پر اتفاق ہے کہ قتل عمد اکبر الکبائر ہے۔ کسی کو قتل کرنا داعیۂ غضب کی انتہائی اطاعت

ہے اور لوگوں کے آپس کے تعلقات مدنیہ کے بگاڑنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور فساد کا سرچشمہ ہے۔ اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بگاڑنا اور اس کی بنائی ہوئی عمارت کو ڈھانا ہے اور یہ فعل شنیع اللہ تعالیٰ کے ارادۂ سنّیہ کے عین متضاد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو نسل انسانی بڑھانا مقصود ہے۔[7]

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قتل جیسے جرم و ظلم کے لیے قرآن میں سزائیں مقرر کی ہیں جنہیں قصاص و دیت کہا جاتا ہے۔ قصاص کا لفظ "قص الاثر" سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں روایت یا اثر کی بتدریج پیروی کرنا۔ اس اعتبار سے قصاص کا معنی یہ ہوا کہ گویا قاتل، قتل کا جو راستہ اختیار کرتا ہے اس کے قدموں کے نشانوں پر اس کا پیچھا کیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قص کے معنی ہیں "کاٹنا" اسی سے لفظ قصاص نکلا ہے کیونکہ قصاص جراحت کے عوض جراحت رسانی یا قتل کے بدلے قتل کا نام ہے۔[8]

کتب فقہ میں قصاص کے لیے جنایت و دیت کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اکثر فقہاء قصاص کے لیے کتاب الدیات کا عنوان بناتے ہیں کیونکہ قتل کی اکثر حالتوں میں دیت واجب ہوتی ہے۔ دیت وہ مال ہے جو جان کے بدلے واجب ہوتا ہے یعنی اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر دے اور وہ قتل، قتل عمد کی تعریف میں نہ آئے تو قاتل پر یا اس کی عاقلہ پر دیت واجب ہو جاتی ہے۔[9] قصاص صرف قتل عمد میں واجب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فعل بد سے نہ صرف منع فرمایا بلکہ اس کی تمام صورتوں میں سزائیں بھی بیان فرمائیں۔ شاہ ولی اللہ اس کی حکمت یہ بیان فرماتے ہیں:

> اللہ کی حکمت بالغہ کا اقتضاء یہ ہے کہ ہر قسم کی تعدی و دست درازی سے لوگوں کو روکنے کے لیے زبردست ذرائع اور وسائل اختیار کیے جائیں۔ ان کی نوعیت اس قسم کی ہو کہ دوسروں کے لیے وہ پند و عبرت کا باعث ہوں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ زواجر (وہ سزائیں جو دوسروں کو ارتکاب جرم سے روکنے کے لیے عمل میں لائی جائیں) سب کے سب ایک ہی درجہ کے نہ ہوں۔[10]

اللہ تعالیٰ نے مقتول کے اولیاء کی تشفی اور عہد جاہلیت کے اس دستور کی بیخ کنی کے لیے قصاص کا حکم دیا کہ وہ ایک شخص کے قتل کے عوض سارے قبیلے کو ہلاک کر دیتے تھے۔ دیت کی کسی صورت پر وہ راضی نہ ہوتے تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قصاص کی سزا مقرر فرمائی۔ قانون قصاص میں افراد اور معاشرہ کی زندگی کا تحفظ اور بقا شرط ہے۔ اس لیے کہ اس سے بہت سے بے گناہ انسان قتل و غارت سے بچ جائیں گے اور قاتل کا انجام دیکھ کر دوسرے لوگ قتل جیسے ظلم سے باز آجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

> وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔[11]
>
> اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عقل مندو کہ تم کہیں بچو۔

قصاص میں تو دراصل موت ہے لیکن اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب بات بیان فرمائی کہ قصاص ازالۂ حیات کا باعث ہونے ہی کی وجہ سے زندگی ہے۔ مثلاً جو شخص کسی کو قتل کرنے کا ارادہ کرے اسے یہ بھی سوچنا پڑے گا کہ وہ بھی قصاص میں قتل ہوگا۔ یہ سوچ کر وہ قتل سے باز آجائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت یہ ہے کہ اس نے قصاص میں بھی مساوات و برابری کے اصول کو مقدم رکھا ہے۔ قتل کی صورت میں قاتل کا قتل اور اگر قتل نہ ہو، اعضاء و جوارح کا نقصان ہو تو سزا بھی اسی کے مثل مقرر کی جائے گی۔ یوں شارع حکیم نے نہایت متوازن مبنی بر انصاف نظام قیامت تک کے لیے عالم انسانیت کو بخش دیا۔

مبحث دوم: علامہ ماجدی و علامہ عثمانی کا فنِ تفسیر میں مقام و مرتبہ

علامہ شبیر احمد عثمانی برصغیر کی نامور شخصیات، دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز فضلاء اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے

تلامذہ میں سے تھے۔ غیر معمولی ذہانت و فطانت کے مالک تھے۔ آپ نے تمام زندگی اسلام، مسلمانوں اور ملک وملت کی خدمت میں گزاری۔ علامہ شبیر احمد عثمانی تصنیف و تالیف میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ آپ کی تصنیفات، مقالہ جات اور خطبات کا تذکرہ افادہ سے خالی نہ ہو گا۔ آپ نے بے شمار مضامین بھی لکھے۔ آپ کی تصنیفات میں تفسیر عثمانی، تقریر بخاری، فتح الملہم، اعجاز القرآن، العقل والنقل اور مقالات میں الشہاب، الاسلام، معارف القرآن، لطائف الحدیث، الدار الآخرۃ، ہدیہ سنیہ، حجاب الشرعی، خوارق عادات، الروح فی القرآن، سینمابینی، تحقیق خطبہ جمعہ وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے بے شمار خطبات بھی دیے جس میں خطبہ ترک موالات، خطبہ جمعیت علمائے کلکتہ، خطبہ مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ، خطبہ جمعیت العلمائے لاہور، خطبہ صدرات ڈھاکہ، بیان و خطبہ مؤتمر اسلامی کراچی شامل ہیں۔[12]

علامہ شبیر احمد عثمانی بہت بڑے محدث، جلیل القدر مفسر، عظیم المرتبہ متکلم، رفیع الشان فقیہہ، بہترین مقرر، اعلیٰ درجہ کے انشاء پرداز اور بلند پایہ سیاستدان تھے۔ آپ کے قلم اور زبان سے شریعت کے اسرار آشکار ہوئے۔ آپ کے کردار نے مسلمانوں میں زندگی کی روح دوڑادی۔ علامہ سید سلیمان ندوی کے حوالے سے لکھاملتا ہے کہ وہ علامہ عثمانی کے بارے میں فرماتے تھے:

> علامہ عثمانی اپنے وقت کے زبردست متکلم، نہایت خوش تقریر مقرر، محدث و مفسر اور محقق تھے۔ حلقۂ علماء میں ایسا قادرالکلام مقرر اور ایسا بلیغ البیان خطیب شاید آج تک میسر نہ ہوا۔[13]

مولانا عبد الماجد دریا آبادی نے علامہ عثمانی کی وفات پر اپنے اخبار صدق میں تحریر فرمایا:

> استاذ العلماء علامہ شبیر احمد عثمانی شارح صحیح مسلم و مفسر قرآن کا غم آج سارے عالم اسلامی کا غم ہے۔ تھانویؒ کے بعد علامہ عثمانی کی ذات اب اپنے رنگ میں فرد رہ گئی تھی۔ اپنے وقت کے زبردست متکلم، نہایت خوش تقریر، واعظ، محدث، مفسر سب ہی کچھ تھے۔[14]

علامہ عثمانی کو فن حدیث، تفسیر، فقہ اور علم الکلام میں خصوصی ملکہ حاصل تھا۔ ان میں آپ کا گہرا مطالعہ تھا جو اپنے تمام ہم عصروں میں انہیں امتیازی شان بخشتا ہے۔ شریعت کے ہر اصول اور مسئلہ کو سمجھانے پر علامہ صاحب اس قدر قادر تھے کہ ان کے دور کا کوئی بھی عالم اس قدر قادر الکلام نہ تھا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی کو قاسمی علوم پر اتنا عبور تھا کہ پانی کی طرح ان کے مضامین، درس اور تقریروں میں بہاتے تھے۔[15] لہٰذا علامہ شبیر احمد عثمانی نے انہیں علوم پر مہارت کے سبب بے شمار تصنیفات لکھیں جن میں سے تفسیر عثمانی جو حضرت مولانا محمود الحسن شیخ الہند کے ترجمہ کا حاشیہ ہے۔ قرآن کریم کی ایک عظیم الشان کاوش ہے تفسیر عثمانی ایک متوسط حجم کی نہایت جامع تفسیر ہے جس کی غیر معمولی خصوصیات کا اندازہ مطالعہ کے بعد ہی ہوتا ہے۔ اس تفسیر کو پڑھ کر بڑی بڑی ضخیم تفسیروں کو دیکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہ تفسیر بہترین تفاسیر میں شمار ہوتی ہے۔ نہایت خوبصورت شستہ ادبی زبان استعمال کی گئی ہے لہٰذا اردو خوان طبقے کے لیے بہت مفید ہے کیونکہ اس میں نہایت آسان فہم اور خوبصورت انداز میں دقیق علمی مسائل کو حل کیا گیا ہے اور مختصر حواشی کے ذریعے مفہوم قرآنی کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

مولانا عبد الماجد دریابادی کا تعلق دو علمی خاندانوں سے تھا۔ ننھیال اور ددھیال خاندان علمی، دینی، تہذیبی روایات کے حامل تھے۔ مولانا عبد الماجد دریابادی کے دادا اور ان کے بھائی اپنے علم، فضیلت، تقویٰ، بردباری، استقلال مزاجی، سخاوت اور اصول پسندی کے باعث معروف تھے۔ اکبر شاہ بخاری کے مطابق مفتی محمد تقی عثمانی مولانا دریابادی کے بارے میں لکھتے ہیں:

> مولانا دریابادی کی ذات برصغیر میں کسی تعارف کی محتاج نہیں تھی۔ وہ ایک صاحب طرز ادیب، بلند پایہ صحافی،

صاحب تصنیف، فلسفی اور اردو انگریزی کے مشہور مفسر قرآن تھے۔[16]

علامہ عبد الماجد دریابادی ہندوستان میں جہاں ایک عالم، فلسفی، نفسیات دان، ادیب کی حیثیت سے ابھرے، وہاں ان کی حیثیت مفسر قرآن کی بھی ہے۔ آپ نے تفسیر قرآن کی خدمت دوبار انجام دی۔ پہلے انگریزی تفسیر القرآن لکھی پھر اردو میں قرآن پاک کی تفسیر بیان کی۔ مولانا عبد الماجد صاحب نے دسمبر 1941ء میں اپنے انگریزی ترجمۂ قرآن کی تکمیل کے فوراً بعد ہی اردو ترجمہ و تفسیر کو تصنیف کرنا شروع کیا جس کو بمقام دریاباد 1363ھ / 1944ء میں مکمل کیا۔ علامہ ماجدی نے اپنی تفسیر قرآن میں وہ تمام تر خوبیاں لانے کی کوشش کی ہے۔ علامہ ماجدی کی اردو تفسیر کا اسلوب اور طریق کار بھی انگریزی تصنیف کا سا تھا اس فرق کے ساتھ کہ یہ تفسیر نسبتاً زیادہ مفصل تھی۔ مولانا عبد الماجد کو ترجمے کی حد تک سب سے زیادہ معاونت مولانا اشرف علی تھانوی کی بیان القرآن سے ملی اور تفسیری حصہ میں فقہی مسائل کے ذیل میں بھی بیشتر مدد اسی تفسیر سے لی گئی۔ خود لکھتے ہیں:

> میرا ترجمہ تو کہنا چاہیے کہ 75 فیصدی اسی ترجمۂ اشرفیہ کی نقل ہے اور تفسیری حصہ میں بھی فقہیات میں نے بڑی حد تک اسی بیان القرآن سے لی ہیں۔[17]

گویا تفسیر ماجدی کا بنیادی ماخذ بیان القرآن ہے۔ وہ اپنی تفسیر میں جابجا مرشد تھانوی کے نام سے اقوال قلمبند کرتے ہیں۔ مولانا عبد الماجد صاحب نے تفسیر میں مسائل بیان کرنے کا خصوصی اہتمام فرمایا ہے، صرف و نحو کا بھی اہتمام کیا ہے، تفسیر میں عبد الماجد دریابادی نے کہیں کہیں صوفیانہ نکات بھی بیان کیے ہیں، حسب ضرورت تفسیر سے متعلق تاریخ پر بھی روشنی ڈالی ہے، مولانا صاحب نے اپنی تفسیر میں کثرت سے انجیل، تورات وغیرہ کے حوالے نقل کیے ہیں۔ ان کتابوں میں انبیاء پر جو بہتان تراشی کی گئی ان کا شدت سے رد کیا گیا ہے۔[18] درج بالا خصائص وہ نمایاں امتیازات ہیں جس کے باعث تفسیر ماجدی دیگر تفاسیر سے ممتاز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور کے اہل علم نے اس کو سراہا ہے اور اس سے استفادہ کیا ہے اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

مبحث سوم: منتخب آیاتِ قصاص: علامہ ماجدی و علامہ عثمانی کی تفسیری آرا کا مطالعہ

قرآن کریم میں جابجا آیات ملتی ہیں جن میں قصاص یعنی قتل کے بدلے قتل اور دیت یعنی خون بہا کا بیان ہے۔ اسی طرح قصاص میں اصول مساوات کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے احکامات دیئے گئے ہیں۔ ذیل میں وہ آیات بیان کی جاتی ہیں جن میں قصاص اور اس کی صورتوں کا تذکرہ ہے۔

آیت اوّل:

> يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰي ۭ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰي ۭ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاۗءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ۭ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۭ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔[19]

> اے ایمان والو! تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت تو جس کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہوئی تو بھلائی سے تقاضا ہو اور اچھی طرح ادا یہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارا بوجھ ہلکا کرنا ہے اور تم پر رحمت تو اس کے بعد جو زیادتی کرے اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت مبارکہ کے ضمن میں منتخب مفسرین کرام نے کچھ تفصیل سے بات کی ہے۔ ہر مفسر نے آیت کے ضروری نکات

کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ کچھ مفسرین کرام نے پس منظر کے حوالے سے آیت کی وضاحت کی ہے، بعض مفسرین نے آیت مبارکہ کے عمومی احکامات کو بیان کیا ہے اور بعض نے اپنی تفسیر میں آیت سے فقہی و معاشرتی احکامات مستنبط کیے ہیں۔

منتخب مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ قصاص کی فرضیت کو ثابت کرتی ہے۔ قصاص کا مطلب ہے برابر کا بدلہ لینا۔ اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کو جان بوجھ کر ناحق قتل کر دیا جائے اور قاتل کا جرم ثابت ہو جائے تو مقتول کے وارث کو حق حاصل ہے کہ وہ قاتل سے قصاص کا مطالبہ کرے۔ تمام مفسرین کرام متفقہ طور پر بیان کرتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں کوئی نظم و قانون نہ تھا۔ اس لیے زور آور قبیلے کمزور قبیلوں پر جس طرح چاہتے، ظلم و جور کا ارتکاب کر لیتے۔ ایک ظلم کی شکل یہ تھی کہ کسی طاقتور قبیلے کا کوئی مرد قتل ہو جاتا تو وہ صرف قاتل کو قتل کرنے کی بجائے قاتل کے قبیلے کے کئی مردوں کو بلکہ بسا اوقات پورے قبیلے کو ہی تہس نہس کرنے کی کوشش کرتے اور عورت کے بدلے مرد کو اور غلام کے بدلے آزاد کو قتل کرتے۔[20] جبکہ اسلام نے ایک قاعدہ و قانون مقرر کر دیا جو کہ اصول مساوات کا قانون ہے۔ آیت مبارکہ نے جاہلیت کی اس ظالمانہ رسم کو ختم کر دیا اور اعلان کر دیا کہ ہر ایک کی جان برابر ہے۔ قصاص ہر صورت میں قاتل سے ہی لیا جائے گا۔ برابری و مساوات تم پر لازم ہے۔ لہٰذا غریب ہو یا امیر، شریف ہو یا رذیل، عالم ہو یا جاہل، جوان ہو یا بوڑھا، تندرست ہو یا بیمار، صحیح الاعضاء ہو یا اندھا لنگڑا، سب اس حکم میں برابر ہیں۔ علامہ ماجدی اور علامہ عثمانی نے اس ضمن میں احکام بیان کیے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں ضمناً دوسروں کی خرابی پر بھی تنبیہ کی گئی ہے۔ اشارہ کیا گیا ہے کہ یہود وغیرہ نے جو قصاص میں دستور اپنا رکھا تھا یہ ان کا ایجاد بے بنیاد، خلاف حکم الٰہی ہے۔ جس سے ظاہر ہو گیا کہ اصول فرمودہ سابقہ سے نہ ان کو ایمان بالکتاب صحیح طور سے حاصل ہے، نہ ایمان بالانبیاء، نہ عہد خداوندی کو انہوں نے وفا کیا نہ سختی و مصیبت کی حالت میں صبر سے کام لیا۔[21] علامہ ماجدی نے شریعت موسوی کے احکامات بھی نقل کیے ہیں جن میں قصاص کا حکم موجود ہے۔ لکھتے ہیں کہ شریعت موسوی کی جو تصریحات اس باب میں درج ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

- اور وہ جو انسان کو مار ڈالے گا، وہ مار ڈالا جائے گا۔[22]
- اور جو انسان کو مار ڈالے گا، جان سے مارا جائے گا۔[23]
- توڑنے کے عوض توڑنا، آنکھ کے عوض آنکھ، دانت کے عوض دانت، جیسا کوئی کسی کا نقصان کرے، اس کا ویسا ہی کیا جائے۔[24]

گویا سابقہ شریعتوں میں بھی قصاص کا اصول موجود تھا مگر ان کے پیروؤں نے اس میں تحریفات کر دیں۔ علامہ ماجدی نے آیت مبارکہ کے ضمن میں مزید نکات بھی بیان کیے ہیں جو کسی دوسرے مفسر نے بیان نہیں کیے جس سے ان کی تفسیر منفرد و ممتاز بنتی ہے اور علامہ صاحب کی وسعت نظری اور وسعت علمی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ انہوں نے اس آیت کے ذریعے مذاہب باطلہ کا رد کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا ایک پہلو ایسا بھی ہے جس سے معتزلہ کا رد نکل آیا۔ فرقہ معتزلہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو خارج از ایمان سمجھتے ہیں حالانکہ آیت میں اکبر الکبائر قتل مسلم کا بیان ہے۔ قاتل کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا ہے۔ مسلمان ہی شمار کیا ہے۔ لفظ اخیہ کی بلاغت و معنویت یہ بتاتی ہے کہ قاتل باوجود اتنے سنگین جرم کے کافر نہیں ہو جاتا۔ اخوت اسلامی کے دائرہ سے خارج نہیں ہوتا، مقتول کا دینی بھائی اس وقت بھی رہتا ہے۔ مزید علامہ صاحب دنیا کی عصری صورتحال پر بھی تبصرہ کرتے ہوئے اسلام کی حقانیت کو ثابت کرتے ہیں کہ امریکہ میں تو آج تک ایک گورے کا خون ایک کالے کے خون سے زیادہ قیمت رکھتا ہے اور فرنگی حکومتیں اپنے ایک ایک خون کے عوض قاتل حکومتوں کے کئی کئی شخصوں کی جانیں لے لیتی ہیں۔[25] الغرض آیت مبارکہ کا پہلا حصہ جو قصاص کے قانون کی فرضیت کو ثابت کرتا ہے، علمائے تفاسیر کے مطابق اسلام کے عادلانہ نظام اور اصول مساوات و برابری کو

ثابت کرتا ہے۔ آیت میں منتخب مفسرین کرام نے تمام ضروری تفصیلات فراہم کی ہیں۔ ضرورت کی حد تک تفصیل دی ہے۔ بے جا طوالت سے احتراز کیا ہے تاکہ حواشی کے فوائد مفقود نہ ہو جائیں۔

آیت کے دوسرے حصہ میں اصول قصاص سے متعلق تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تخفیف اور آسانی بتادی گئی ہے یعنی قتل عمد میں چاہے تو قصاص لے سکتے ہیں، چاہیں تو دیت (خون بہا) لیں اور چاہیں تو معاف فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مہربانی قاتل اور وارثان مقتول دونوں پر ہے جو پہلے لوگوں پر نہ تھی۔ پہلی امتوں میں دیت کا حکم نہ تھا صرف قصاص کا تھا، اس امت کے لیے خاص کرم کیا گیا کہ اسے قصاص کے قانون میں اختیار دے دیا گیا۔ اگر مقتول کا ولی قاتل کو معاف کر دیتا ہے یا دیت لے لیتا ہے تو قصاص ساقط ہو جاتا ہے۔ پھر اگر دیت واجب الاداء ہو تو قاتل کو چاہیے کہ دیت ادا کرنے میں حتی الامکان تاخیر نہ کرے اور خوش اسلوبی سے معاملہ کرے۔ اپنے کسی قول و فعل سے مقتول کے اولیاء کو اذیت نہ پہنچائے۔ اسی طرح مقتول کے ورثاء کے لیے بھی تاکید کی گئی کہ وہ خون بہا لے کر بھی قصاص کا مطالبہ نہ کریں۔ اگر کریں گے تو وہ ظلم و زیادتی ہوگی۔ آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔[26]

علامہ ماجدی نے قصاص کے قانون کو باقاعدہ اسلامی فوجداری قانون بتایا ہے۔ لہٰذا ان کے مطابق قصاص سے محض انتقام مراد نہیں کہ ہر فرد دوسرے فرد سے از خود لینا شروع کر دے بلکہ قانون فوجداری کے ماتحت منظم، مہذب و منضبط ترین شکل کا نام ہے۔ امت کا ایک قانونی و اجتماعی حق ہے۔ اس کے اجراء کی ذمہ داری حکومت یا اہل حل و عقد پر عائد ہوتی ہے۔[27]

آیت دوم:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔[28]

اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عقل مندو کہ تم کہیں بچو۔

مفسرین کرام کے نزدیک اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے قصاص کی عظیم حکمت بیان فرمائی ہے کہ قصاص میں زندگی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس سزا کے خوف سے لوگ قتل سے رک جائیں گے اور کوئی دوسرے کے قتل پر جرأت نہیں کرے گا۔ جب ہر وقت یہ بات ذہن میں رہے گی کہ اگر اس نے کسی کو قتل کیا تو بدلہ میں وہ خود قتل کر دیا جائے گا تو وہ کسی کو قتل نہیں کرے گا۔ اسی طرح جب لوگ قاتل کو قتل ہوتا دیکھ لیں گے، تو دوسروں کو قتل کرنے سے خائف رہیں گے۔ قانون قصاص عین عدل و مساوات کا قانون ہے اور اجتماعی نظم و قیام کا ضامن بھی۔ اس کے ذریعے قوی و ضعیف سب کے حقوق کا تحفظ ہوگا۔ جس معاشرے میں یہ قانون نافذ ہو جاتا ہے، اس کی روح اس امت میں حقیقی طور پر سرایت کر جاتی ہے، وہاں یہ خوف معاشرے کو قتل و خونریزی سے روک لیتا ہے جس سے معاشرے میں امن و سکون قائم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا قصاص حقیقی طور پر زندگی ہے جس کے ذریعے زندگی کو محفوظ رکھا جاتا ہے۔[29]

آیت سوم:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَمُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ۔ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللهِ وَكَانَ اللهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔[30]

اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو قتل کرے مگر یہ کہ غلطی سے ہو جائے اور جو کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کر دے تو ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا اور دیت دینا لازم ہے جو مقتول کے گھر والوں

کے حوالے کی جائے گی سوائے اس کے کہ وہ معاف کر دیں پھر اگر وہ مقتول تمہاری دشمن قوم سے ہو اور وہ مقتول خود مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا لازم ہے اور اگر وہ مقتول اس قوم میں سے ہو کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو تو اس کے گھر والوں کے حوالے دیت کی جائے اور ایک مسلمان غلام یا لونڈی کو آزاد کیا جائے پھر جسے (غلام) نہ ملے تو دو مہینے کے مسلسل روزے (لازم ہیں۔ یہ) اللہ کی بارگاہ میں اس کی توبہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں قتل خطا کا بیان ہے۔ قتل کی دو صورتیں ہیں: ایک قتل عمد دوسرے قتل خطا۔ قتل عمد کی سزا قتل ہی بتائی گئی ہے جبکہ قتل خطا کے لیے کفارہ بتایا گیا۔ یہ آیت مبارکہ اسی قتل خطا کے کفارہ اور اس سے متعلق احکامات کو بیان کرتی ہے۔

قتل خطا سے کیا مراد ہے؟ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ قتل خطا کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ غلطی سے مسلمان کو شکار سمجھ کر مار ڈالا یا وہ شخص مسلمان تھا، اسے کافر سمجھ کر مار ڈالا۔ یہ قصد و ظن میں غلطی ہے۔ دوسری صورت نفسِ عمل میں غلطی ہے۔ وہ یہ کہ تیر اور گولی شکار پر چلائی مگر چوک کر کسی مسلمان کو جا لگی۔ ان دونوں صورتوں میں قتل، قتل خطا کہلائے گا۔ ابتدائے اسلام میں یہ بات مجاہدین کو اکثر پیش آجاتی تھی کہ کسی مسلمان کو کافر سمجھ بیٹھتے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے سراسر انصاف سے کام لیتے ہوئے حکمت پر مبنی احکام دیئے اور قتل خطا کا کفارہ بتایا۔ قتل خطا کی سزا دو صورتوں میں بتائی گئی ہے۔ ایک تو کفارہ جو مسلمان غلام کی گردن آزاد کرنا اور اگر اس پر قدرت نہ ہو تو مسلسل دو مہینے کے روزے رکھنا جس کے لیے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ بلا عذر روزہ چھوٹ جائے تو دوبارہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنے ہوں گے گویا روزوں میں تسلسل نہ چھوٹے۔ دوسری صورت بطور حق العباد کے ہے۔ وہ ہے دیت (خون بہا) مقتول کے وارثوں کو خون بہا ادا کیا جائے گا جسے وہ مثل میراث کے تقسیم کر لیں گے۔ اگر وارث موجود نہ ہوں تو وہ رقم بیت المال کو جائے گی۔ مفسرین عظام نے خون بہا کی مقدار بھی واضح کی ہے۔ صحیح احادیث کے مطابق سو اونٹ یا اس کے مساوی سونا، چاندی، قیمت دیت کی مقدار ہے۔ سو اونٹ کی قیمت درہم اور دینار میں سب مفسرین نے ایک دوسرے سے مختلف بتائی ہے۔ مگر سب کی متفقہ رائے ہے کہ یہ قیمت ہر دور میں سو اونٹ کی بنیاد پر اس دور کے اعتبار سے مقرر کی جائے گی۔ اسے قاضی کے اختیار پر چھوڑ دیا جائے۔

اب دیت کے معاملہ میں بھی تین طرح کی صورتیں ہیں: ایک یہ کہ مقتول کے وارث اگر حربی کافر ہیں تو کفارہ لازم ہو گا مگر دیت نہیں ہو گی کیونکہ وہ وراثت کے حقدار نہیں بنتے۔ دوسرے اگر مقتول معاہد قبیلہ سے ہو جیسے ذمی تو اس کی دیت مسلمان کی دیت سے نصف ہو گی۔ یہاں پر بھی اختلاف ہے امام ابو حنیفہ نے پوری دیت مقرر کی ہے جبکہ باقی نصف دیت بیان کرتے ہیں کیونکہ حدیث میں کافر کی دیت نصف بتائی گئی ہے۔ تیسرے اگر مقتول کے وارث کافر ہیں اور دشمنی ہے تو خون بہا نہ دینا ہو گا۔ کفارہ البتہ تینوں صورتوں میں لازم ہو گا۔ آیت مبارکہ کی مندرجہ بالا وضاحت دونوں مفسرین نے متفقہ طور پر بیان کی ہے۔[31]

آیت چہارم:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا۔[32]

اور جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس کا بدلہ جہنم ہے عرصہ دراز تک اس میں رہے گا اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

سابقہ آیت قتل خطا سے متعلق تھی۔ یہ آیت مبارکہ قتل عمد کی سزا بیان کرتی ہے۔ سورۃ البقرہ میں قتل عمد کی سزا کا ذکر اگرچہ گزر چکا ہے جو قصاص یا دیت ہے۔[33] یہاں صرف اس کے گناہ اور وعید کا ذکر ہے۔ مفسرین کرام نے مختصراً اس آیت کی تفسیر

بیان کی ہے کہ ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ہے جو اس پر ہمیشہ رہے گا۔ قتل عمد کا مطلب ہے: نیت اور ارادہ سے کسی کو قتل کرنا اور اس کے لیے وہ آلہ استعمال کرنا جس سے فی الواقع عادتاً قتل کیا جاتا ہے مثلاً تلوار، خنجر وغیرہ۔ ایسے قتل پر سخت وعید آئی ہے جو اس آیت مبارکہ میں بیان کی گئی ہے جس کے بارے میں مفسرین کرام نے حدیث سے بھی وضاحت کی ہے۔[34]

آیت پنجم:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَكَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ ہُمُ الظّٰلِمُوْنَ[35]

اور ہم نے تورات میں ان پر لازم کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت (کا قصاص لیا جائے گا) اور تمام زخموں کا قصاص ہو گا پھر جو دل کی خوشی سے (خود کو) قصاص کے لئے پیش کر دے تو یہ اس کا کفارہ بن جائے گا اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں تمام مفسرین کرام متفق ہیں کہ خطاب یہود سے ہے اور تورات کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ تورات میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی قانون قصاص بیان کیا تھا۔ علامہ ماجدی فرماتے ہیں کہ علیہم کی ضمیر یہود کی طرف ہے۔ انہی کا ذکر پہلی آیات میں مسلسل چلا آ رہا ہے۔[36] یہی وجہ ہے کہ مفسرین کرام نے آیات کے ترجمہ میں ہی تورات لفظ کا اضافہ کیا ہے جو آیت کے سیاق سے واضح ہوتا ہے۔ یہاں آیت مبارکہ میں بنیادی طور پر یہود کی توبیخ کی جا رہی ہے کہ انہوں نے تورات کے قوانین کو تبدیل کر ڈالا تھا۔ ان پر عمل مفقود ہو گیا تھا جن میں قصاص کا قانون اور سنگسار کرنے کا قانون قابل ذکر ہیں۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہود نے قصاص کے قانون کو بدل ڈالا تھا جبکہ تورات میں جان کے بدلے جان کا اصول موجود تھا۔ اس حکم کی خلاف ورزی یہود کے دو قبائل نے کی بنو نضیر اور بنو قریظہ۔ مدینہ میں آباد ان دو قبائل میں بنو نضیر کے لوگ مال دار تھے اور بنو قریظہ کے لوگ ان کی نسبت مالی لحاظ سے کمزور تھے۔ لہٰذا انہوں نے یہ ظالمانہ اصول طے کر لیا کہ کوئی نضری، قرظی کو قتل کرے گا قاتل سے قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ وہ خون بہا پیش کرے گا اور اگر قرظی کسی نضری کو قتل کرے گا تو اس سے قصاص بھی لیا جائے گا اور دگنا خون بہا بھی وصول کیا جائے گا جو کہ سراسر ناانصافی تھی۔ لہٰذا اس پس منظر میں یہ آیت بیان کی جا رہی ہے کہ تورات میں تو قصاص کا حکم موجود تھا۔ جان کے بدلے جان، ہاتھ کے بدلے ہاتھ، آنکھ کے بدلے آنکھ کا اصول ان کے ہاں بھی تھا جس کی انہوں نے جان بوجھ کر مخالفت کی۔ اسی طرح مفسرین کرام شادی شدہ زانی کی سزا رجم کا تورات میں حکم موجود کہتے ہیں جبکہ یہود نے اس پر بھی عمل نہ کیا۔[37] علامہ ماجدی نے تورات کی نص بھی نقل کی ہے۔ لکھتے ہیں:

- موجودہ تورات میں اتنے تحریفی انقلابات کے بعد بھی یہ حکم ان الفاظ میں موجود رہ گیا ہے: اگر وہ اس صدمہ سے ہلاک ہو جائے تو تُو جان کے بدلے میں جان لے اور آنکھ کے بدلے میں آنکھ، دانت کے بدلے دانت اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ اور پاؤں کے بدلہ پاؤں۔ جلانے کے بدلہ جلانا، زخم کے بدلے زخم اور چوٹ کے بدلے چوٹ۔[38]
- اگر کوئی اپنے ہمسایہ کو چوٹ لگائے سو جیسا کرے گا ویسا ہی پائے گا، توڑنے کے بعد توڑنا، آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، جیسا کوئی کسی کا نقصان کرے گا اس سے ایسا ہی کیا جائے گا۔[39]

- تیری آنکھ مروت نہ کرے کہ جان کا بدلہ جان، آنکھ کا بدلہ آنکھ، دانت کا بدلہ دانت، ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور پاؤں کا بدلہ پاؤں ہو گا۔[40]

لہٰذا یہ سب کچھ ثابت کرتا ہے کہ یہود کے ہاں اصول و قانون قصاص تفصیل سے موجود تھا بالکل اسی طرح جس طرح قرآن کریم میں حکم موجود ہے کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان۔ ہر زخم کا قصاص ہے۔ آیت مبارکہ میں موجود الفاظ "والجروح قصاص" کا مطلب یہ ہے کہ زخم محلِّ قصاص ہیں۔ علامہ عثمانی اس حوالے سے قلمبند کرتے ہیں:

اکابر سلف سے منقول ہے کہ حضورؐ کو یہ اختیار ابتداء میں تھا۔ آخر میں جب اسلام کا تسلط اور نفوذ کامل ہو گیا تو یہ ارشاد ہوا کہ نزاعات کا فیصلہ قانون شریعت کے موافق کر دیا کرو۔ مطلب یہ کہ اعراض اور کنارہ کشی کی ضرورت نہیں۔[41]

آیت مبارکہ میں ایسے شخص کو ظالم قرار دیا گیا ہے جو حکم کی خلاف ورزی کرے گا یا حکم ماننے سے انکار کرے گا۔ اس آیت مبارکہ سے علمائے تفاسیر نے متفقہ طور پر فقہی حکم مستنبط کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ فقہاء اور علمائے اصول فقہ نے اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ شرائع سابقہ کے جو احکام خدا اور سولؐ کے بیان سے ہم تک پہنچے ہیں اور انہیں منسوخ قرار نہیں دیا گیا ہے وہ ہمارے لیے بھی واجب العمل ہیں۔ تمام علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے۔ گویا انسان اس بات کا مکلف ہے کہ وہ احکامات الٰہی کو اپنائے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو بارگاہ الٰہی میں ظالم، فاسق اور کافر متصور ہو گا۔[42]

علامہ عثمانی نے اس آیت مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔ وہ یہ کہ آیت کے پس منظر اور خود حکمِ آیت پر غور کریں تو نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ یہود نے تورات جیسی عمدہ کتاب ہدایت کو ضائع کر دیا کہ اس کے اصل حکم کا پتہ لگانا مشکل ہو گیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے وہ کتاب بھیجی جو ان سب پہلی کتابوں کے مطالب اصلیہ کی محافظ اور مصدق ہے اور جس کی ابدی حفاظت کا انتظام اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لیا ہے۔ گویا یہ آیت قرآن کریم کے نزول کی ضرورت کو بھی بیان کرتی ہے۔[43]

آیت ششم:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا[44]

اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی ہے اسے ناحق قتل نہ کرو اور جو مظلوم ہو کر مارا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو قابو دیا ہے تو وہ وارث قتل کا بدلہ لینے میں حد سے نہ بڑھے۔ بیشک اس کی مدد ہونی ہے۔

اس آیت مبارکہ کی مفسرین کرام نے مختصراً تفسیر بیان کی ہے۔ اس آیت کے دو پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ انسانی جان محترم ہے لہٰذا اسے ناحق قتل کرنے کی ممانعت کی ہے اور حق کے ساتھ قتل کو مفسرین نے واضح کیا ہے حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

لایحل دم امری مسلم الا باحدی ثلاث: النفس بالنفس والثیب الزانی والتارک لدینہ[45]

کسی مسلمان کا خون حلال نہیں سوائے تین وجہ کے، جان کے بدلے جان، شادی شدہ زانی اور مرتد۔

یعنی قصاص، شادی شدہ زانی اور مرتد کو قتل کرنا حق کے ساتھ قتل کرنا ہے۔[46] علامہ ماجدی نے اس آیت مبارکہ میں قتل کو وسیع معنوں میں لیا ہے۔ ان کے مطابق یہ صرف محدود اصطلاحی فقہی معنی میں ہی نہیں بلکہ جان لے لینے کی ہر صورت پر شامل

ہے۔ضروری نہیں کہ وہ صرف دھاردار آہنی آلہ ہی ہو۔[47]

آیت مبارکہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جو شخص ظلم کے ساتھ کسی کو قتل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ولی کو ان پر غالب کردے گا۔ مفسرین کرام نے واضح کیا ہے کہ ظلم کے ساتھ قتل کرنے سے کیا مراد ہے؟ تمام علماء کرام متفقہ طور پر یہ بیان کرتے ہیں کہ قاتل کو عذاب دے کر قتل کرنا، مثلہ کرنا(اعضاء کو کاٹنا) یا زمانۂ جاہلیت کی طرح ایک مقتول کے عوض میں کئی کئی کو قتل کردے یا قاتل کی جگہ غیر قاتل کو سزادلوادے یا جوش انتقام میں قاتل کے ساتھ اس کے عزیزوں کو بھی مارڈالے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اسی کے لیے قصاص کا قانون مقرر کیا اور قتل میں اسراف کرنے سے منع کیا۔[48] اسی لیے علامہ ماجدی نے فرمایا:

> کہاں ایک طرف شریعت اسلامیہ کی یہ معتدل و متوازن تعلیم اور کہاں بڑی بڑی مہذب فرنگی حکومتوں کا یہ عمل متواتر کہ اگر اپنا ایک آدمی یا چند آدمی مار دیئے گئے تو اس کے معاوضہ میں پوری پوری آبادیوں کو آگ لگا کر پھونک دیا یا بم کے گولے برسا کر ہلاک کر ڈالا۔[49]

آیت کے آخر میں مزید یہ فرمایا گیا کہ مقتول کے ولی کو اللہ تعالیٰ سے مدد ملی ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے قصاص کا قانون مقرر کیا اس میں ولی چاہے تو قتل کا فیصلہ کرے، چاہے تو دیت لے یا چاہے تو معاف کردے۔ یہ مقتول کے اولیا کی اللہ کی طرف سے مدد ہے۔

آیت ہفتم:

وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ۔[50]

جو کسی کو ویسی ہی سزادے جیسی اسے تکلیف پہنچائی گئی تھی پھر(بھی)اس پر زیادتی کی جائے تو بیشک اللہ اس کی مدد فرمائے گا، بیشک اللہ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں مفسرین کرام نے مختصراً ظلم کا بدلہ لینے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے وعدہ پر بات کی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ مظلوم کی مدد کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ مفسرین کرام کے مطابق یہ آیت یہی ثابت کرتی ہے کہ کسی نے اگر کسی کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے تو جس سے زیادتی کی گئی اسے بقدر زیادتی بدلہ لینے کا حق ہے۔ لیکن اگر بدلہ لینے کے بعد بھی ظالم دوبارہ اس پر ظلم کرے تو اللہ تعالیٰ اس مظلوم کی ضرور مدد کرے گا۔ عقوبت کا لفظ اس سزا یا بدلے کے لیے بولا جاتا ہے جو کسی فعل کی جزا ہو۔[51] آیت مبارکہ کے آخر میں پھر معاف کردینے کی تلقین کی گئی ہے۔ علامہ عثمانی فرماتے ہیں:

> بندوں کو بھی چاہیے کہ اپنے ذاتی اور معاشرتی معاملات میں عفوودرگزر کی عادت سیکھیں۔ ہر وقت بدلہ لینے کے درپے نہ ہو۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ واجبی بدلہ لینے والے کو خدا عذاب نہیں کرتا اگرچہ بدلہ نہ لینا بہتر تھا۔ بدر کی لڑائی میں مسلمانوں نے کافروں کی ایذا کا بدلہ لیا۔ پھر کافر احد اور احزاب میں زیادتی کرنے کو آئے تو اللہ نے ان کی مدد کی۔[52]

الغرض انسانی جان کا احترام اور جان کے ساتھ زیادتی ہو جانے کی صورت میں اسلام نے بنیادی اقدامات ہی ایسے انداز سے مرتب کیے ہیں کہ پہلے تو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا قتل کرنے سے پہلے ہزار بار سوچے گا، دوسرے اگر وہ ایسا ظلم کر بیٹھے تو اسلام ایسے شخص کو آزاد نہیں چھوڑ دیتا بلکہ اس کو سخت سے سخت سزا کا مرتکب ٹھہراتا ہے اور اصول مساوات مقرر کرتے ہوئے انسان کی جان کو محترم بناتا ہے۔ ہاں البتہ اگر مقتول کے وارثین خون بہا مقرر کریں یا اسے معاف کردیں تو قاتل کے لیے معافی ہو سکتی ہے مگر یہ سب مقتول کے وارثین کی صوابدید پر ہے۔

خلاصہ بحث

اس مقالہ میں قانون قصاص، اسلامی شریعت میں انسانی جان کی حرمت، سابقہ الہامی مذاہب میں قصاص کے تصور، اور علامہ عبد الماجد دریا آبادی اور علامہ شبیر احمد عثمانی کی تفسیری آراء کا جامع جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اسلام نے انسانی جان کو مقدس اور بنیادی حق دیا ہے۔ اور شریعت کے مقاصد میں حفظِ نفس کو ایک مقام حاصل ہے۔ قرآن وحدیث میں ناحق قتل کی شدید مذمت کی گئی ہے اور ایک انسانی جان کے تحفظ کو پوری انسانیت کے تحفظ کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی نظامِ قانون میں انسانی جان، معاشرتی امن اور اجتماعی نظم کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ قصاص کا بنیادی اصول عدل وانصاف پر مبنی ہے، یعنی جرم کے مقابلے میں اسی نوعیت کی سزا دی جائے اور مجرم کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو سزا نہ دی جائے۔

سورۃ مائدہ میں یہ بات واضح ہے کہ قصاص کا اصول باقی تمام شریعتوں میں بھی موجود تھا۔ "جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ "کا اصول اس بات کی واضح دلیل ہے کہ تمام الہامی شرائع میں انسانی جان اور حقوق کے تحفظ کو بنیادی اہمیت حاصل رہی، اگرچہ بعد میں بعض اقوام نے ان احکام میں تحریف یا امتیازی طرزِ عمل اختیار کیا ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی اور علامہ عبد الماجد دریا آبادی کی تفسیری آراء کے تقابلی مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ دونوں مفسرین نے آیاتِ قصاص کے فقہی، اخلاقی، معاشرتی اور انسانی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نے آیات کے مفہوم، شرعی حیثیت، عدل ومساوات اور معاشرتی حکمت کو واضح کیا ہے۔ جبکہ علامہ ماجدی نے تفسیری توضیح کے ساتھ ساتھ سابقہ شریعتوں، تاریخی پسِ منظر اور مختلف فقہی نکات کو بھی سامنے رکھا۔ دونوں مفسرین کا بنیادی تصور یہ ہے کہ انسانی جان کی حفاظت اسلامی شریعت کے اہم ترین مقاصد میں سے ہے اور اسی مقصد کے حصول کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ قانون قصاص کو صرف ایک تعزیری یا فوجداری سزا کے طور پر دیکھنا اس کے حقیقی مقصد کو محدود کرنا ہے۔ درحقیقت یہ ایک ایسا جامع نظام ہے جس کا مقصد انسانی جان کی حفاظت، مظلوم کو انصاف، ظلم وزیادتی کا خاتمہ، مجرم کی جواب دہی، قانون کی بالادستی اور مستقل ظلم وزیادتی کی روک تھام ہے۔ اسلام نے قصاص کے ساتھ دیت اور معافی کے راستے کھول کر قانون میں سختی کے ساتھ رحمت، عدل کے ساتھ مصلحت، اور سزا کے ساتھ اصلاح کا پہلو بھی برقرار رکھا ہے۔ الغرض یہ کہ قصاص انسانی جان کے احترام اور معاشرتی تحفظ کا ایک متوازن اسلامی اصول ہے جو فرد کے حق، معاشرے کے امن اور شریعت کے مقاصد تینوں کو بیک وقت ملحوظِ خاطر رکھتا ہے۔

\---------------------

References

1 Ghazālī, Abū Ḥāmid Muḥammad ibn Muḥammad. *Al-Mustaṣfā*. (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmīyah, 1993.) 1:174.

2 Al Qur’ān 17:70.

3 Ibn Mājah, *Al-Sunan*, (Riyādh: Dār-us-Salām, 1420h/1999), Kitāb al-Diyāt, Bāb al-Taghlīẓ fī Qatl Muslim Ẓāliman, Ḥadīth No. 2619.

4 Al-Bukhārī, *Al-Ṣaḥīḥ*, (Riyādh: Dār-us-Salām, 1420h/1999), Kitāb al-Īmān, Bāb al-Muslim man Salima al-Muslimūn min Lisānihi wa Yadihi, Ḥadīth No.10.

5 Al Qur’ān 5:33

6 Bahnasī, Aḥmad Fatḥī, Dr., *Al-Qiṣāṣ fī al-Fiqh al-Islāmī*, Translated by Sayyid ‘Abd al-Raḥmān Bukhārī, (Lahore: Markaz Taḥqīq Dayāl Singh Trust Library, n.d.), 23.

7 Shāh Walī Allāh, *Ḥujjat Allāh al-Bālighah*, (Beirūt: Dār-ul-Ma'rifah, 1425/2004), 2:264.

8 Bahnasī, *Al-Qiṣāṣ fī al-Fiqh al-Islāmī*, 52.

[9] Shāhid, ‘Abd al-Ḥamīd Khān, *Qiṣāṣ wa Diyat*, (Azad Kashmir: International Kashmir Welfare Council, 1998), 97.

[10] Shāh Walī Allāh, *Ḥujjat Allāh al-Bālighah,* 2:264.

[11] Al Qur’ān, 2:179.

[12] Shīrkōtī, Anwār al-Ḥasan, *Ḥayāt ‘Uthmānī*, (Karāchī: Maktabah Dār-ul-'Ulūm, 1420h) 180-181; Qāsimī, Anwār al-Ḥasan Anwar, *Tajalliyāt ‘Uthmānī*, (Multān: Idārah Nashr-ul-Ma'ārif, 1957), 69-76; ‘Uthmānī, Shabīr Aḥmad, *Muqaddamah Fatḥ al-Mulhim*, (Beirūt: Dār Ihyā-ut-Turāth-il-'Arabī, 1426h/2006)1:7-10; Riḍwī, Sayyid Maḥbūb, *Tārīkh Dār al-‘Ulūm Deoband*, (Lāhore: Idārah Islāmiyāt, 2005), 2:99.

[13] Bukhārī, Akbar Shāh, *Akābir ‘Ulamā’-e Deoband*, (Lāhore: Idārah Islāmiyāt, 1420/1999) 105.

[14] Qāsimī, Anwār al-Ḥasan Anwar, *Tajalliyāt ‘Uthmānī*, 68.

[15] Gīlānī, Manāẓir Aḥsan, *Sawānih Qāsimī,* (Deoband: Maktabat Dār al-‘Ulūm, 1373), 21-22.

[16] Bukhārī, Akbar Shāh, *Kārwān-e-Thānvī*, (Karāchī: Idārat-ul-Ma'ārif, 1997) 278.

[17] Daryābādī, ‘Abd al-Mājid. *Āp Bītī*, (Karāchī: Majlis-e-Nashriyāt-e-Islām, 1983) 296.

[18] Mājidī, *Tafsīr Mājidī*, 350, 170, 15, 5.

[19] Al Qur’ān 2:178.

[20] Shabīr aḥmad ‘Uthmānī, *Tafsīr ‘Uthmānī,* (Karāchī: Tāj Company Limited, n.d), 34; Mājidī, *Tafsīr Mājidī*, 66.

[21] ‘Uthmānī, *Tafsīr ‘Uthmānī*, 34.

[22] Aḥbār, 17:24.

[23] Aḥbār, 21:24.

[24] Aḥbār, 20:24.

[25] Mājidī, *Tafsīr Mājidī*, 66

[26] ‘Uthmānī, *Tafsīr ‘Uthmānī*, 35; Mājidī, *Tafsīr Mājidī*, 67.

[27] Mājidī, *Tafsīr Mājidī*, 66-67.

[28] Al Qur’ān, 2:179.

[29] Mājidī, *Tafsīr Mājidī*, 67; ‘Uthmānī, *Tafsīr ‘Uthmānī*, 35.

[30] Al Qur’ān, 4:92.

[31] Mājidī, *Tafsīr Mājidī*, 208; ‘Uthmānī, *Tafsīr ‘Uthmānī*, 121.

[32] Al Qur’ān, 4:93.

[33] Al Qur’ān 2:178

[34] Mājidī, *Tafsīr Mājidī*, 209; ‘Uthmānī, *Tafsīr ‘Uthmānī*, 122.

[35] Al Qur’ān, 5:45.

[36] Mājidī, *Tafsīr Mājidī*, 255.

[37] Mājidī, *Tafsīr Mājidī*, 255.

[38] Exodus, 21:23-25.

[39] Aḥbār, 20:24.

[40] Deuteronomy, 21:19.

[41] ‘Uthmānī, *Tafsīr ‘Uthmānī*, 152.

[42] Salāh-ud-Dīn Yūsuf, Hāfiz, *Aḥsan al-Bayān*, (Lāhore: Maktabah Dār-us-Salām, n.d)191.

[43] ‘Uthmānī, *Tafsīr ‘Uthmānī*, 152

[44] Al Qur’ān, 17:33.

[45] Bukhārī, *Al- Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Diyāt, Bāb Qawl Allāh Ta‘ālā "al-Nafsa bil-Nafs…", Ḥadīth No. 6878; Muslim, *Ṣaḥīḥ Muslim*, Kitāb al-Qisāmah wa al-Muḥāribīn, Bāb al-Qiṣāṣ, Bāb mā Yubāḥ bihi Dam al-Muslim, Ḥadīth No. 1676.

[46] ‘Uthmānī, *Tafsīr ‘Uthmānī*, 378.

[47] ‘Uthmānī, *Tafsīr ‘Uthmānī*, 584.

[48] Ibid.

[49] Mājidī, *Tafsīr Mājidī*, 584.

[50] Al Qur’ān, 22:60.

[51] ‘Uthmānī, *Tafsīr ‘Uthmānī*, 451; Mājidī, *Tafsīr Mājidī*, 690.

[52] ‘Uthmānī, *Tafsīr ‘Uthmānī*, 451.